مقدمہ

مثنوی قران السعدین خسروؔ

نوشتہ

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم

نقطۂ ہر حرف بزیب تریں
مردمکِ چشم معانی یقیں
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع
لیک گزشتہ زسمواتِ سبع
(از مثنوی قران السعدین)

فہرست مضامین

مقدمہ

قران السعدین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تقریبِ نظم و وجہ تسمیہ	۱	اسیرانِ مغل کا قتل	۱۸
کچھ ابتدائی کیفیت	۲	باربک کی روانگی بطور ہراول	۱۸
سلطان ناصرالدین محمود	۳	ناصرالدین کا پیام باربک کو	۱۹
بغرا خاں	۳	باربک کا جواب سلطان ناصرالدین کو	۲۱
تخت نشینی کیقباد	۶	سلطان معزالدین کیقباد اودھ میں پہنچا	۲۲
کیقباد کی عیاشی	۷	ناصرالدین کی پریشانی کشتی کے واقعہ سے	۲۴
ملک نظام الدین کا اقتدار	۸	باپ بیٹوں کے سلام و پیام	۲۵
ناصرالدین کی فوج کشی	۹	ناصرالدین کی طرف سے کیکاؤس کا جانا	۲۸
دلی میں ترتیب لشکر	۱۲	کیقباد کی طرف سے کیومرث کا آنا	۳۱
ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ	۱۴	ناصرالدین کی طرف سے ملاقات کا وعدہ	۳۲
کیقباد کی بزم آرائیاں	۱۵	کیقباد کے ہاں دربار کی تیاریاں	۳۲
کیقباد کے لشکر کا کوچ بجانبِ اودھ	۱۶	ناصرالدین کا آنا اور ملاقات	۳۳
مہمِ مغل سے باربک کی مراجعت	۱۷	ناصرالدین نے بیٹے کو تخت نشین کیا	۳۴

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مراسم اتحاد اور خانگی ملاقاتیں	۳۶	حسّاد کا ذکر	۶۳
ناصرالدین کی نصیحتیں فرزند دلبند کو	۳۷	مدح گوئی سے بیزاری اور محتشمان زمانہ	
وداعی ملاقات	۴۰	کی شکایت	۶۳
کیقباد کی مراجعت دلی کو	۴۴	مثنویات نظامی کی ثنا و صفت	۶۵
سلطان کیقباد دلی پہنچا	۴۵	غزل سعدی کی ثنا و صفت	۶۶
ملک نظام الدین کا انجام	۴۶	اس خاتمہ کی تصنیف کا زمانہ کیقباد کا انجام	۶۶ ۶۸
خسرو کی ملازمت کا حال بر سبیل اجمال	۴۷	خصائص مثنوی	۶۹
خانِ جہاں کو اقطاع اودھ کی حکومت ملی	۴۹	نظمِ عنوان	۶۹
خسرو کی رخصت دربار خانِ جہاں سے	۵۰	تضمین غزل	۷۱
خسرو کی روانگی اور دلی پہونچنا	۵۱	مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند	۷۹
خسرو دربارِ معزی میں	۵۴	وصفِ اشیاء	۸۰
کیقباد کی فرمایش	۵۵	وصف نگاری کا نقص	۸۳
تصنیف مثنوی	۵۶	مقامات مثنوی	۹۵
خاتمۂ مثنوی	۵۸	متفرق مقامات	۱۱۱
اپنی محنت	۵۸	جوشش و اثر	۱۱۱
تعداد اشعار مثنوی	۵۸	سوز و گداز	۱۱۲
وصف نگاری	۵۹	اعجاز	۱۱۶
صلۂ مثنوی سے استغنا	۶۰	تشبیہ و تمثیل	۱۱۶
دزدان معنی کی شکایت	۶۱	صوفیانہ خیالات	۱۲۳
معارضین کا ذکر	۶۲	حکمت و اخلاق	۱۲۵

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
خطاب بہ نفس	۱۲۶	ضلع جگت کا اعتراض	۱۶۳
تخیّل	۱۲۷	قبولِ عام	۱۶۳
اسالیبِ بیان کی تازگی	۱۲۹	خاتمہ	۱۶۵
صنائع بدائع	۱۳۵		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

ترتیبِ نظم و وجہ تسمیہ

امیر خسروؒ دہلوی کی مثنویات میں یہ سب سے پہلی مثنوی ہے جس میں سلطان معزالدین کیقباد اور اُس کے باپ کی ملاقات کا قصہ خود سلطانِ موصوف کے حکم سے ۶۸۸ھ میں امیر صاحب نے نظم کیا۔ اور مضمون کی مناسبت سے اس کا نام قِران السعدین رکھا۔

لفظ قِران کے لُغوی معنی تو اِتّصال یا ملاپ کے ہیں مگر نجوم کی اصطلاح میں آفتاب کے سوا باقی سیّاروں میں سے دو سیّاروں کا ایک جا نظر آنا اُن کا قِران کہلاتا ہے اور مشتری و زہرہ کو اہلِ تنجیم سعدِ اکبر و سعدِ اصغر سمجھتے ہیں اس لیے اِن دونوں کے قِران کو قران السّعدین کہتے ہیں۔ تو شاعر نے دو بادشاہوں کی ملاقات کو کہ مُلک و ملّت کے لیے موجبِ سعادت تھی تشبیہاً قِران السعدین

سے موسوم کیا۔ پس یہ نام کنایہ ہے اصل قصہ سے۔

کچھ ابتدائی کیفیت امیر صاحب نے معزالدین کی تخت نشینی اور موسم سرما کے عیش و عشرت کا ذکر کر کے قصہ یوں شروع کیا ہے کہ :-

"یکایک شاہِ شرق کی فوج کشی کا غلغلہ بلند ہوا"

اُس زمانہ میں جب کہ یہ مثنوی لکھی گئی تھی اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ لیکن آج ساڑھے چھ سو برس کے بعد تاریخ داں کے سوا کس کو معلوم ہے کہ معزالدین اور شاہِ شرق کون تھے؟ کب تھے؟ کہاں تھے؟ کس خاندان سے تھے؟ لہذا کچھ ابتدائی کیفیت بھی یاد رکھنی چاہیئے تاکہ اس قصہ کا سر و بُن سمجھ میں آ جائے

سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان فتح کر کے دہلی کو دارالملک بنایا۔ اور قطب الدین ایبک کو دلّی میں اپنا نائب سپہ سالار مقرر کیا۔ سلطان غوری کی وفات کے بعد قطب الدین ایبک یہاں کا خود مختار سلطان ہو گیا۔ قطب الدین کی وفات کے بعد اُس کا داماد شمس الدین التمش تخت و تاج کا وارث ہوا۔ التمش کی وفات کے بعد اُس کی اولاد میں تیس سال تک سلطنت رہی۔ اور اس قلیل مدت میں پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے :-

(۱) سلطان رکن الدین فیروز بن التمش ۶۳۳ھ

(۲) سلطان رضیہ بیگم بنت التمش ۶۳۴ھ

(۳) سلطان معزالدین۔ بہرام شاہ بن التمش ۶۳۷ھ

(۴) سلطان علاء الدین بن مسعود بن رکن الدین فیروز ۶۴۲ھ

(۵) سلطان ناصر الدین محمود بن التمش ۶۴۴ھ

سلطان غیاث الدین بلبن | بلبن بندگانِ شمسی میں سے تھا۔ اس نے اپنی قابلیت سے اعلیٰ مناصب پائے۔ اور سلطان شمس الدین کی دامادی[1] کا فخر بھی حاصل تھا۔ اصل و نسب کے لحاظ سے وہ ترکِ افراسیابی تھا۔ سلطان ناصر الدین محمود بن التمش کے عہد میں بیس سال تک زیر سلطنت رہا۔ اور اس سلطان کی وفات کے بعد ۶۶۴ھ میں وہی ملک و سلطنت کا وارث ہوا۔

غیاث الدین کے دو بیٹے تھے:۔

بڑا سلطان محمود خاں المخاطب بہ قاآن ملک یہ ولی عہد سلطنت بھی تھا اور مغول چنگیزی کی یورش روکنے لیے اقطاع ملتان و سندھ کی حکم رانی اُس کے سپرد کی گئی تھی۔

چھوٹا بیٹا بغرا خاں تھا جو اقطاع سامانہ[2] و سنام کی حکومت پر متعیّن تھا۔

قِران السعدین کے دو ستیاروں میں سے ایک بغرا خاں ہے۔ لہٰذا اس کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہے۔

سلطان ناصر الدین بغرا خاں | عہدِ بلبنی میں لکھنوتی[3] دار الصدر بنگال کا حاکم طغرل باغی ہو کر خود مختار بن بیٹھا تو سلطان بلبن ایک

---

[1] سلطان غیاث الدین بلبن کی اولاد کا سلسلہ ماں کی طرف سے سلطان شمس الدین التمش و قطب الدین ایبک تک پہنچتا ہے۔

[2] فی الحال ریاست پٹیالہ ملک پنجاب کے علاقہ تحصیل صدر شمال میں ہے۔ [3] شرقی بنگال میں ایک شہر تھا جو مدت تک حکام و سلاطین بنگال کا دار السلطنت رہا

بڑا لشکر اُس کی سرکوبی کے لیے جمع کر کے دلّی سے چلا۔ اور سامانہ سے شہزادہ بغرا خاں کو بھی مع اُس کی افواجِ خاصہ کے اس مہم پر اپنے ہمراہ لے گیا۔ طغرل باغی کے قتل اور اُس کے اعوان و انصار کے استیصال کے بعد بلبن نے شہزادہ بغرا خاں کو لوازمِ سلطنت عطا فرما کر ناصر الدین محمود کے لقب سے لکھنوتی کا مستقل سلطان بنا دیا۔ اور تین سال میں اس مہم سے فارغ ہو کر دلّی واپس چلا آیا۔

اس وقت سلطان بلبن کے دونوں بیٹے تو دلّی سے باہر غربی و شرقی حدود میں برسرِ حکومت تھے مگر دو پوتے یعنی کیخسرو فرزند سلطان محمد خاں اور کیقباد پسر ناصر الدین بغرا خاں سلطان کی زیرِ نظر دلّی میں تعلیم و تربیت پا رہے تھے۔

چند سال کے بعد ۶۸۳ھ کی آخر تاریخ کو یہ حادثۂ عظیم پیش آیا کہ ولی عہد سلطنت سلطان محمد خاں والیِ ملتان لشکرِ مغل کے مقابلے میں شہید ہو گیا۔ اس لائق شہزادے کی موت نے بوڑھے باپ کا دل بٹھا دیا اور صاحب فراش بنا دیا۔ یہاں تک کہ اُمیدِ زیست منقطع ہونے لگی تو ناچار چھوٹے بیٹے ناصر الدین بغرا خاں کو لکھنوتی سے طلب فرمایا کہ اُس کے دیدار سے خان شہید کا غم غلط کرے اور جب سفرِ ناگزیر پیش آئے تو تاج و تخت کا وارث پاس موجود ہو۔ مگر شہزادہ بغرا خاں بنگالہ کی خود مختار حکومت اور وہاں کی حشمت و دولت پر ایسا فریفتہ تھا کہ عرصہ تک باپ کے حکم ٹالتا رہا اور تاکیدِ مزید کے

بعد آیا تو دلّی کی درباداری اور باپ کی خدمت گزاری میں جی نہ لگا۔ ان دنوں سلطان کی حالت بھی علاج معالجہ سے کچھ سنبھل گئی تھی اور تخت کا جلد خالی ہو جانا مشتبہ نظر آتا تھا۔ لہذا بغرا خاں ایک دن شکار کے بہانے سے نکلا اور بے اذن شاہی لکھنوتی کی راہ لی۔ شہزادے کی اس کج ادائی اور بے مہری نے اُس پیرِ غم زدہ کے دل پر ایک چرکا لگایا جس کا درد خانِ شہید[1] کے داغ سے بھی زیادہ پُرالم تھا۔

گو بغرا خاں پر لگا کر بنگال کے شوق میں اُڑا چلا گیا لیکن تقدیر کا فتویٰ لگ چکا ہی کہ وہ عن قریب بنگالہ سے واپس آئیگا اور اسی قسم کے صدمات اُس کو بھی اپنے بیٹے کے سلوک سے اُٹھانے پڑینگے۔

بعد ازیں سلطان بلبن نے شہزادہ کیخسرو کو جو اپنے باپ کی بجائے اقطاع مُلتان کا حاکم بنا دیا گیا تھا دلّی میں طلب کر لیا۔ اور مرنے سے تین دن پہلے اپنے مُعتمد اعیانِ دولت کو خلوت میں بلا کر وصیّت فرمائی کہ "میرے بعد کیخسرو تخت نشین کیا جائے" اور دوسرے پوتے کیقباد کی نسبت حکم دیا کہ "وہ اپنے باپ بغرا خاں کے پاس لکھنوتی پہنچا دیا جائے۔"

اَب ہم قِران السعدین کے دوسرے سیّارے کیقباد کے احوال کی تصویر پیش کرتے ہیں:۔

---

[1] لقب ہی شہزادہ سلطان محمد خاں کا جو اُس کی شہادت کے بعد مشہور ہوا ۱۲

کیقباد کی تخت نشینی سلطان بلبن کے مرتے ہی اعیان و ملوک نے اُس کی وصیت کو طاق نسیان پر رکھدیا اور اپنی اغراض کے لحاظ سے بادشاہ کا انتخاب کرنے لگے۔ زمرۂ اعیان و ارکان میں ملک الامرا فخرالدین کوتوال شہر نہایت بااثر شخص تھا اور خان شہید سے کدورت رکھتا تھا۔ اس لیے اُس کے بیٹے کیخسرو کی تخت نشینی میں مزاحم ہوا۔ اور اُس کی تند مزاجی سے لوگوں کو ڈرا اور کیخسرو کو مجبور کیا کہ اپنے اقطاع ملتان و سندھ کی حکومت پر فوراً روانہ ہو جائے اور کیقباد کو ایک حلیم و سلیم شہزادہ ۱۷-۱۸ سال کا ناتجربہ کار نوجوان تھا اس کے سر پر تاج سلطنت رکھا گیا اور سلطان معزالدین اُس کا لقب ہوا۔ چنانچہ خسروؒ فرماتے ہیں:-

برسرِ شاں شاہِ جواں بخت زاد   تاجورِ پاک گہر کیقباد
کرد چو در شش صد و ہشتاد و شش   ق   برسرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش
گنج بر اں گونہ بصحرا فگند   کز کرم آوازہ بدریا فگند

اور کیقباد کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے کہ:-

شمسِ جہانگیر جدِ باز فرش   اظہرِ من شمس جدِ دیگرش
ناصرِ حق شاہِ فرشتہ سرشت   خوئے خوشش نسخۂ باغِ بہشت
جدِ سوم شاہِ غیاثِ اُمم   حاکمِ فرماں زعرب تا عجم

یعنی شمس الدین التمش کیقباد کے باپ کا نانا اور ناصرالدین محمود بن التمش کیقباد

کا نانا اور غیاث الدین کیقباد کا دادا تھا۔

کیقباد کی عیاشی

بلبن جیسے دیندار سپاہی منش بادشاہ کے زمانہ میں تو کیقباد کی مجال نہ تھی کہ حدِ اعتدال سے قدم باہر رکھتا مگر مکتب سے اُٹھتے ہی ایک زبردست سلطنت زیرِ فرمان پائی تو جذباتِ نفسانی کو قابو میں نہ رکھ سکا عیش و عشرت اور بدمستی و ہوا پرستی میں ایسا مستغرق ہوا کہ پھر کبھی ہوش میں نہ آیا۔

اُس کی مجالسِ عیش و طرب کے لیے کیلو کھڑی میں جمنا کے کنارے ایک نیا قصر تعمیر کیا گیا۔ اُس قصر کے گرداگرد شاہد و ساقی مطرب، نقال لطیفہ گو، مسخرے، بازی گر، دور دست ممالک سے آ آکر آباد ہو گئے۔ اور شاہی مجالس کو اندر سبھا کا نمونہ بنا دیا۔

کیقباد کی بے اعتدالیوں کا سیلاب اتنا بڑھا کہ جماعتِ ملوک و امرا سے گذر کر طبقاتِ عوام تک سرایت کر گیا۔ اس زمانہ میں دلی کے در و دیوار نے رندی و بے قیدی کا ایسا تماشا دیکھا جس کا خیال باندھنا بھی سلاطینِ ماضی کے عہد میں دشوار تھا۔ حضرت خسروؒ نے اُس کا اظہار اس غزل میں کیا ہے

غزل

اے دہلی! و لے بتانِ سادہ　　　پگ بستہ و ریشِ کج نہادہ

ف یہ دوسرا مصرعہ بعض ثقات سے یوں سُنا گیا ہے ع پگ بستہ و کج کلہ نہادہ ۱۲

خوں خوردنِ شاں نہ آشکارست | گرچہ پنہاں خورند بادہ
فرماں نبرند زاں کہ ہستند | از غایتِ نازِ خود مرادہ
جائے کہ برہ کنند گل گشت | در کوچہ دَمدگُلِ پیادہ[1]
آسیبِ صَبا رسید بر دوش | دستار چہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقاں بدنبال | خونابہ ز دیدگاں کشادہ
ایشاں ہمہ بادِ حُسن در سر | وینہا ہمہ سر بباد دادہ
خورشید پرست شد مُسلماں | زیں ہندوگانِ شوخ وسادہ

بر بستۂ شاں ببوئے مرغول
خسرو چو سگےست در قلادہ

امیر خسروؒ نے مقطعِ غزل میں ابنائے روزگار کی حقیقتِ حال کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ عینِ بلاغت ہے۔

ملک نظام الدین کا اقتدار

کیقباد کی عیش پسند طبیعت سے بہت بعید تھا کہ وہ مشاغلِ کامرانی کو چھوڑ کر ملک رانی کی طرف توجہ کرتا۔ یہ دردِ سر اُس نے ملک الامرا کوتوال کے داماد ملک نظام الدین بک دار کو سپرد کر دیا تھا وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

اِس میں شک نہیں کہ وہ مُدبّر و منتظم سردار تھا۔ مگر خود غرض و بد باطن بھی تھا۔

---

[1] وہ پھول جن کی ڈنڈیاں اونچی نہیں ہوتی ہیں۔ اونچے ڈنڈے والے پھول گلِ سوار کہلاتے ہیں ۱۲

بادشاہ کی غفلت شعاری نے اُس کے دل میں یہ طمعِ خام پیدا کر دی کہ اِس مست نوجوان کا کام تمام کر کے تاج و تخت کا مالک خود بن جائے۔

بغرا خاں کی طرف سے مَلِک نظام الدین کو کچھ اندیشہ نہ تھا۔ وہ دلّی سے کالے کوسوں دور رہتا تھا۔ مگر کیخسرو (جو بلبن کی آخری وصیّت کے لحاظ سے حق دار سلطنت بھی تھا) اُس کی نظر میں کھٹکتا تھا۔ چنانچہ اوّل اُس نے اِسی بیچارہ پر ہاتھ صاف کیا۔ بادشاہ کی طرف سے ایک دوستانہ فرمان طلب اُس کے نام بھجوایا۔ کیخسرو نے اس حکم کی تعمیل کی اور ملتان سے چل کر رہتک تک پہونچا تھا کہ ملک نظام الدین نے قاتل بھیجکر اُس کو قتل کرا دیا۔

بعدازاں بندگانِ بلبنی جو مناصبِ اعلےٰ پر ممتاز تھے اُن میں سے بعض کو قتل اور بعض کو ذلیل و خوار کیا۔ اور مقیّد کر کے دور دور کے قلعوں میں بھیج دیا نومسلم مغل کہ بندگانِ بلبنی سے قرابت رکھتے تھے اُن کو تہ تیغ کیا۔ یہ تمام مظالم ملک نظام الدین نے کیقباد کو اغوا کر کے اس غرض سے کرائے کہ بلبنی خاندان کے خیر طلب اور کیقباد کے حامی و مددگار باقی نہ رہیں۔ مگر نادان بادشاہ اِن کھُلی بدخواہیوں کو بھی خیر خواہی سمجھتا رہا۔ بات یہ تھی کہ وہ کوتوال شہر اور اس کے گروہ کو اپنا معاون و محسن جانتا تھا۔

ناصر الدین کی فوج کشی	جب سلطان ناصر الدین کو لکھنوتی میں یہ افسوس ناک خبریں پہونچیں تو سخت صدمہ ہوا۔ اوّل اُس نے فرزند ناخلف کو مکتوبات

شفقت آمیز لکھے۔ اشارات وکنایات میں غفلت سے بیدار کرنا چاہا۔ مگر جہاں عیش وبدمستی کے بادل گرج رہے ہوں وہاں حضرتِ ناصح کی صدائے بے ہنگام کون سنتا ہے ؟

ناچار ناصرالدین نے ملاقات کی خواہش کی۔ طرفین سے قاصدوں کی معرفت یہ امر طے ہوگیا کہ دونوں باپ بیٹے اپنے اپنے دارالسلطنت سے جریدہ چل کر شہر اودھ میں ملاقات کریں۔ اس ملاقات سے ناصرالدین کا یہ مقصد تھا کہ بیٹے کو بررو نصیحت کرے۔ ممکن ہے کہ وہ راہ راست پر آجائے۔

لیکن ملک نظام الدین کے مشورے سے کیقباد کی جلو میں ایک بڑے لشکر کے چلنے کا سامان شروع ہوا تو ناصرالدین بھی لاؤلشکر لے کر آیا۔ یہ قول مؤرخین کا ہے[1]۔

حضرت خسرو نے مثنوی میں ابتدائی حالات کچھ نہیں لکھے اور نہ اُن کو ان قصّوں کے لکھنے کی چنداں ضرورت تھی۔ اُن کو تو کیقباد کی فرمایش پوری کرنی تھی۔

وہ مثنوی میں کیقباد کی تخت نشینی اور عیش ونشاط کا ذکر کرکے ناصرالدین کی لشکر کشی کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

ناصرالدین دلی کے تخت وتاج کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ اِس لئے لکھنوتی سے

---

[1] تاریخ برنی صفحہ ۱۴۱

ملک بہار میں آیا۔ اور بہار سے چل کر اودھ پر قبضہ کیا[لہ]۔

یافت خبر خسروِ مشرق پناہ   ناصرِ حق۔ وارثِ این تخت گاہ
کافسرِ او را پسر انباز گشت   وین شرف از وے بہ پسر باز گشت
خشم بسر کرد و علم بر کشید   ساختہ کین شد و لشکر کشید
تند چو باد آمد ازاں خارخار   از پے گلگشت بسوے بہار
راند ازاں جا۔ بہ اودھ باد پاے   بادِ ہمی ماند ز سیرش بجاے
شہر اودھ را ہمہ زاں دست برد   غارتِ ترکانش بہ یغما سپرد
وین طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ   کز پے او راند سپہ در سپاہ

جب ناصر الدین کا لشکر اودھ کی طرف آرہا تھا تو کیقباد دلّی میں بیٹھا حسب عادت رقص و سرود اور ساقی و شراب کے مزے اُڑا رہا تھا۔

شہ بچنیں وقت بر آہنگِ مے   رخشِ طرب کرد رواں پے بہ پے
بادہ ہمی خورد و ہمی خورد غم   عیش ہمی کرد و ہمی کرد کم
ریختہ ساقی مئے رنگیں بجام   مے ز لبِ شاہ رسیدہ بکام
ناگہ ازاں جا کہ جفای جہاں ست ق قاعدۂ دولتِ شاہنشہاں ست
گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق   تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق
ناصرِ دین و شہ کشور کشاے   تیغ بر آورد و بکین کرد راے

لہ خسرو کے قول کی تائید تاریخ مبارک شاہی سے ہوتی ہے ۱۲

راند ز لکھنوتی و دریاے ہند — تا سپہش گرد بر آرد ز سند

بیں کہ سپہرش چہ تمنا نمود — کآب فرو میل بہ بالا نمود

قوتِ سیلے نبود تا برود — آب بہ بالا نرود از فرود

سوے سوادِ اودھ آمد چو باد — کرد حک از خنجرِ تیزآں سواد

چند ہزارش ز سوارانِ کار — تیغ زن و کینہ کش و نامدار

آنڈا قصاے اودھ در گرفت — واں ہمہ اقلیم سراسر گرفت

نیست جزیں در شب و روزش سخن — کیں منم اسکندرِ دارا شکن

مردمکِ دیدہ من کیقباد — کافسرِ جد فرزِ زرگیش داد

گرچہ جہانگیر شد و تاجدار — نیست جہاندیدہ تر از من بکار

تختِ پدر گرنپے پاے من ست — ہر ہمہ دانند کہ جاے من ست

حاصل ازیں حادثہ کامد پدید — شاہِ جہاں یافت پیاپے خبر

دلّی میں ترتیب لشکر ناصر الدین کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو دلّی میں بھی کوچ کی تیاریاں اور ترتیبِ لشکر کا سامان ہونے لگا۔ شاہی جھنڈا کھولا گیا اور قصبہ سیری میں جو دلّی کے قریب تھا ڈیرے خیمے لگا دیے گئے اور لشکر کے دائیں بازو کا کیمپ قصبۂ تلپٹ میں اور بائیں بازو کا قصبہ اندپت میں ڈالا گیا اور شاہی ہاتھیوں کا پڑاؤ موضع بہاپور[1] میں تھا۔

ایک روز سلطان معز الدین بھی برسمِ شکار باہر نکلا اور لشکرگاہ کو ملاحظہ

---

[1] نواحِ دہلی میں ایک گاؤں تھا (شرح نور العین) ۱۲

کرکے تیاری کی تکمیل تک قصر کیلوکھڑی میں واپس آگیا۔ چنانچہ خسرو کہتے ہیں:-

کرد اشارت کہ دلیرانِ رزم — ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم
جمع شدند از اُمرائے دیار — از ملک و خان و شہ و شہریار
تیغ زنانِ ہمہ اقلیمِ ہند — نیزہ گذارانِ نواحیِ سند
روزِ دوشنبہ بگہِ چاشت گاہ — در مہِ ذی الحجہ بپایانِ ماہ
رایتِ منصور ببالا کشید — ماہِ علم[ف۱] سر بہ ثریا کشید
نصب شد اعلام مبارک وصول — کرد سراپردہ بہ سیری[ف۲] نزول
میمنہ بر تلپتہ[ف۳] نزدیک سرہ — بود میان اندپتہ[ف۴] میسرہ
داد بہ جمشید نسب کیقباد — تاجِ کیاں بر سرِ والا نہاد
رخش طلب کرد شہِ تاجور — رفت ز یک تخت بہ تختِ دگر
عزم بروں کرد شکار افگناں — بر دلِ خورشید غبار افگناں
بود چو خورشیدِ ولایت فروز — گشت کناں تا بگہِ نیمروز
رفت بکیلوکھڑی و داد عون — از مددِ دست چو دریائے جون[ف۵]
قصر شد از فرِّ شہ ارجمند — چوں فلک از منزلت خود بلند

ف۱ ماہِ علم نشان ہلال جو پھریرے پر ہوتا ہے ۱۲ ف۲ نواح دہلی میں ایک گاؤں تھا ۱۲

ف۳ دہلی سے پانچ چھ کوس پر ایک مشہور پرگنہ تھا ۱۲

ف۴ نواح دہلی میں ایک قصبہ تھا جو اب داخل ازک شہر دہلی ہے ۱۲

ف۵ دریائے جمن کو سنسکرت میں جون بولتے ہیں (بفتح واو) یہاں اس کے تلفظ میں تصرف کیا گیا ہے ۱۲

ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ

دلّی میں لشکر کے کوچ کا ساز و سامان مہیّا کیا جا رہا تھا کہ اسی اثنا میں ملک پنجاب پر حملۂ مغل کی خبر آئی۔ اس فتنے کے تدارک کی غرض سے تیس ہزار سوار کی جمعیت لے کر باربک[1] سلطانی نہایت سرعت سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سامانہ سے لاہور تک تمام بستیاں مغلوں کی غارت گری نے برباد کر دی تھیں۔

مغلوں کو افواج شاہی کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ باربک نے کچھ دُور تک غنیم کا تعاقب کر کے بعض کو قتل کیا اور جو مغل زندہ گرفتار ہوئے اُن کو لے کر دلّی کی طرف مراجعت کی۔ اس واقعہ کی کیفیت حضرت خسرو نے اشعار ذیل میں بیان کی ہے:۔

نامہ کشے چند چو تیر از کمیں — آمد و بوسید چو پیکان زمیں
کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم — سوے فرو راند بر آہنگِ رزم
لشکر انبوہ چو ذراتِ ریگ — جوش بر آورد چو آبے بدیگ
مردمِ آں خطہ فرو شد بخاک — گرد بر آورد از ایشاں ہلاک
شہ کہ ز گمراہی آں گمرہاں — یافت چنیں آگہی از آگہاں
گفت کہ خواہم ز سوارانِ کار — نامزد مغل شود سی ہزار
بر سرِ شاں باربکِ تیغ زن — خان جہاں چابک و لشکر شکن

---

[1] باربک کا نام سلطان شاہ بک تھا اور اس مہم پر نامزد کرتے وقت خان جہاں خطاب عطا کیا تھا ۱۲

عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ | کرد رواں سوے مخالف سپاہ
ناحیہ بر ناحیہ راند تند | بود صبا پیش چنیں سیر کند
از قدمِ شومِ مغل آں بلاد | نام و نشانے ز عمارت نداد
از حد سامانہ تا لاھنور (لاہور ۱۲) | ہیچ عمارت نہ - مگر در قصور[لہ]
لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید | بود زمیں تشنہ - کہ دریا رسید
یافت خبر کافرِ ناخوب کیش | تیز تراز تیر بروں شد زکیش
تن ز غنیمت بہزیمت سپرد | بردنِ جاں را بغنیمت شمرد
یار بک اندر پے شاں کینہ خواہ | تیغ زناں قطع ہمی کرد راہ
لشکرِ اسلام کہ دنبالہ کرد | کوہ زخونریز پر از لالہ کرد
خانِ جہانگیر کہ آں فتح یافت | فرخ و فیروز عناں باز تافت
بست اسیرانِ مغل را قطار | داد بداں چند شتر دل ہزار

کیقباد کی بزم آرائیاں

لشکر کی تیاری کا کام سرداران لشکر کے ذمے تھا جس کی تکمیل میں سردی کا موسم گذر گیا۔ مگر رنگیلے کیقباد کو اپنے مشاغل شوق کے لئے کافی فرصت تھی۔ اُس کے قصرِ عشرت میں موسم سرما کا ایک لمحہ بیکار نہیں گیا بدستور ہنگامۂ نشاط کی گرما گرمی رہی۔ یہاں تک کہ نوروز کا موسم آگیا۔ پھر تو قصرِ معزی میں اور بھی دھوم دھام کے

لہ نواح لاہور میں ایک پرگنہ ہے۔ مگر یہاں قصور سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک عمارت کو نقصان پہونچا تھا ۱۲

جشن ہوئے۔ اور بادہ پیمائی کا زور و شور رہا:۔

موسم نوروز و ہوائے شراب | شاہ جہاں مست مخالف خراب
بادہ ہمی خورد وہمی بود شاد | شاد ہمی کرد جہاں راز داد
ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گذر | برد بسے دامن پر سیم و زر
نغمہ زنش زہرہ پردہ شناس | نغمہ زنی کرد بچندیں سپاس
یافتہ در گوش ہمایونش جائے | این غزل از نغمہ بربط سرائے

غزل

گل امروز آخر شب مست برخاست | بجام لالہ مجلس را بیاراست
نشستہ سبزہ زیں سو در چپ گل | ستادہ سرو زان سو جانب راست
صبا می رفت و نرگس از غنودن | بہر سو ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفتہ بایار | بنام ایزد چو ماہے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوے خسرو | برآمد از دلم فریادے خواست

خسرو نے گل و نرگس اور سبزہ و سرو کے تخیل میں کیقباد کی بزم مستانہ کا رنگ ڈھنگ خوب دکھایا ہے۔

کیقباد کے لشکر کا کوچ بجانب اودھ | جاڑا گذرا نوروز ہو چکا۔ اب گرمی کا موسم تھا کہ لشکر کیل کانٹے سے درست ہو کر کوچ کے لئے تیار ہوا۔ بادشاہ سلامت اپنا عشرت کدہ چھوڑتے ہوئے کسمساتے کہ خود بدولت

ہمراہِ لشکر چلیں یا نہ چلیں مگر مشیرِ دولت نے یہی صلاح دی کہ بادشاہ کا چلنا ضروری ہے۔

مصلحتِ ملک ز رائے درست — ہر چہ صواب ست ہمی باز جست
خود کمرِ کینہ کند اُستوار — یا ز پئے رزم فرستد سوار
کار شناسے کہ در آں راز بود — پردہ ز تدبیر بینداخت زود
گفت ز چندیں سپہ کینہ خواہ — آں نرود کز تنِ تنہائے شاہ

غرض وسط ماہ ربیع الاول میں کوچ کیا۔ اور پہلی منزل تلپٹ اور افغان پور کے حدود میں ہوئی۔

در وسطِ ماہِ ربیعِ نخست — عزم سفر کرد بمشرق درست
کوسِ عزیمت زدِ شہریار — لرزہ در آورد بروئیں حصار
کوچ سپہ کرد۔ شہ از شہرِ نو — داد جہاں را ز ظفر بہرِ نو
منزلِ اوّل کہ شد از شہر دور — بود حدِ تلپت و افغان پور
یافت سراپردہ در آں جا مقام — دشت در آمد ز رسنہا بدام

مہم مغل سے باربک کی مراجعت

سلطانی لشکر کا پہلا ہی کوچ تھا کہ خان جہاں باربک جو مغلوں کی مہم سر کر کے آرہا تھا اس مقام پر حضور سلطانی میں حاضر ہوا۔ اس فتح کا بڑا جشن منایا گیا۔

لشکرِ کافر کُشِ بالا نورد — از عقبِ کوچ در آمد چو گرد

باربک آمد ز مصافِ مغل | بستہ گلوہائے مغل را بہ غل
شاہ بر آں مژدۂ دولت کہ یافت | بادہ طلب کرد و بہ مجلس شتافت
خورد مے و گنج بہ محتاج داد | بس گہر و زر کہ بتاراج داد

اسیران مغل کا قتل

دوسرے دن اسیران مغل اور مال غنیمت سلطان کے روبرو پیش ہوا۔ قیدیوں میں سے امیران صدہ[۱] کو ہاتھیوں سے کچلوا دیا اور سپاہیوں کو شہر میں بھیجکر تشہیر کرایا۔ دن اس مشغلے میں کٹ گیا رات کو پھر وہی دورِ ساغر چلا:۔

چوں تنِ چند ز میرِ صدہ | دست اجل داد بدام ددہ
آنچہ دگر ماند شہنشاہِ دہر | کرد رواں از پئے تشہیرِ شہر
چوں فلک از شیشۂ خودگاہِ شام | جام فرو برد ز دَورِ مدام
نورِ نشاط از افقِ جام تافت | شہ ز مے وسمے زلبش کام یافت

باربک کی روانگی بطور ہراول

دو روز بعد لشکر آگے بڑھا۔ اور دو کوچ کے بعد جمنا کو عبور کر کے جیور[۲] میں مقام ہوا اُس مقام سے باربک بحکم شاہی ایک دستہ فوج کا لے کر بطور ہراول لشکر کے آگے آگے روانہ ہوا اور گنگا پار اُتر کر قطع مراحل کرتا دریائے سرجو کے قریب جا پہونچا اور سلطانی لشکر کے انتظار میں وہاں ٹھیر گیا۔

---

[۱] امیر صدہ وہ سردار جس کے زیر حکم سو سپاہی ہوتے تھے ۱۲

[۲] جیور ایک قصبہ ہے مضافات ضلع بلند شہر میں جمنا کے قریب ۱۲

اُس نواح کے ملوک و اُمرا میں سے ملک چھجو خان کڑہ اور خان اودھ یہ دونوں اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ باربک کے لشکر سے آ ملے۔

باربک و تیغ زنانِ سپاہ　　طبل زناں پیش گرفتند راہ
کوچ بکوچ از شدنِ بی درنگ　　لشکرِ شاں رفت گذارای گنگ
گرم بآب سرو دو رسید　　در سرو رفت و عناں درکشید
(دریای سرجو ۱۲)　(جلد ۱۲)
پیش درآمد ز بزرگانِ پیش　　چند ملک با سپہ و سازِ خویش
خانِ کڑہ چھجوے کشور کشاے　　کز لبِ خاناں کرہ بستے بپاے
خانِ اودھ نیز بفرمانِ شاہ　　کرد بیک جاے فراواں سپاہ
باربک و شاں ہمہ یک جا شدند　　ساختۂ کار رہیا شدند
لشکرِ شاں پر ز صفِ با شکوہ　　بر لبِ آبِ سرو شد گروہ

ناصر الدین کا پیام باربک کو

دریا کے اُس پار سلطان ناصر الدین کا لشکر پڑا تھا۔ اُس کو خبر ملی کہ فوجوں کا یہ جماؤ لڑائی کے ارادہ سے ہوا ہے تو وہ بہت برہم ہوا اور فوراً شمس الدین دبیر کو کہ اُس کا میر منشی تھا باربک کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ تو ہمارے خاندان کا نمک خوار قدیم ہے اس وقت ہمارے نمک سے کیوں دست کش ہوتا ہے؟ تو خود جانتا ہے کہ اس ملک کا وارث کون ہے؟ کوئی غیر میری جگہہ لیتا تو اُس کی گردن ہوتی اور میری تلوار۔ مگر میرا فرزند میری غیبت میں تخت نشین ہوا تو دلِ ما شاد و چشمِ ما روشن"

اُس کا نوکر ہمارا نوکر ہے۔ اگر نوکر آقا سے لڑے تو خلقت کیا کہے گی؟ میں تجھ کو الزام نہیں دیتا۔ بلکہ ملزم وہ ہے جس نے تجھ کو بھیجا ہے۔ لیکن یاد رکھ اگر تو نے شکست کھائی تو صدمہ کس کو پہونچے گا؟ میرے بیٹے کو۔ اگر مجھکو شکست ہوئی تو خود تیرا کالا موہنہ ہوگا۔ کیقباد کے آنے تک صبر کر وہ خود دیکھ لے گا کہ مجھکو اس سے کس قدر محبّت ہے۔

تیغ زنِ مشرق ازاں سوے آب   تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
از غضب افگندہ بابرو گرہ   وز پئے کیں کرد کماں را بزہ
جست رسولے کہ گذارد پیام   ہر چہ بگویند۔ بگوید تمام
دید کہ کس نیست زبرنا و پیر   درخورِ این کار چو شمسِ دبیر
پیش طلب کرد پیامے کہ خواست   سوے مخالف زکشی کرد راست

اے کہ بہ پیش آمدی از راہِ دور   کیں نتواں گفت مگر در حضور
چوں تو نمک خوردۂ از خوانِ ما   دست چہ داری زنمکدانِ ما
ہست نمک در ہمہ مذہب حلال   ور تو حرامش کنی اینک وبال
گر پسر از غیبت من ملک یافت   روے نخواہد زپدر باز تافت
ہم تو کزیں راز ترا آگہی ست   وارثِ ایں ملک ندانی کہ کیست؟
گر دگرے در محلِ من بُدے   تیغِ منش بر سر و گردن بُدے